کھلا خط

سید یونس الحسنی

جمہوریت یا اسلام۔۔۔۔۔!

جناب ارشاد احمد حقانی کے نام

گرامی قدر حقانی صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم

میں آپکے حرف تمنا کا باالالتزام قاری ہوں۔ میرا حسن ظن ہے کہ وطن عزیز میں دانش وحکم کی دگرگوں صورت حال کے علی الرغم اسکی خرابہ آباد سیاست کے ماضی حال اور مستقبل کا آپ گہرا ادراک رکھتے ہیں۔ میرا بجا طور پر استحقاق ہے کہ آپ ایسے وسیع المطالعہ شخص سے ملکی سیاست ومعیشت اور تہذیب وثقافت کے باب میں اصولی، غیر مبہم، ٹھوس اور دوٹوک موقف کی بھرپور توقع رکھوں جو ابدی سچائیوں اور اٹل حقیقتوں کا قطب نما ہو۔۔۔ میں خوشامد کو زہر ہلاہل سمجھتا ہوں چنانچہ حفظ مراتب کا تقدس بہر طور ملحوظ رکھ کر آپ سے بے دھڑک قلمی گفتگو کی جسارت کر رہا ہوں، صرف نظر فرمایئے گا۔ کچھ استفسارات برائے تفہیم ہیں جن سے بہتوں کا بھلا ہوگا۔

''پاکستان کے بڑے سیاسی کھلاڑی اور قومی بحران کے زیر عنوان آپ کے قلمی نگینے نظر نواز ہوئے جن میں آپ کے سوز دروں اور بے پایاں حب وطن کی بو باس رچی بسی ہے البتہ چند نکات محل نظر ہیں اور آپ کے قلب وذہن کی عدالت میں میرا استغاثہ بھی۔ آپ فرماتے ہیں۔

''مستقبل کے امکانات کیا ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستانی قوم کے فہمیدہ طبقے جمہوریت سے حقیقی وابستگی رکھتے ہیں وہ جمہوری کلچر کے تمام آداب اور تقاضوں کے بروئے کار آنے کا خواہشمند ہیں۔ ان کے دلوں اور دماغوں میں غیر جمہوری طور طریقوں کے لئے گہری نفرت موجود ہے اور میری دانست میں جمہوری مستقبل کے حوالے سے امید کی یہی سب سے بڑی کرن ہے۔ پاکستان کی مڈل کلاس ناکامیوں اور حادثوں کے باوجود مثالی جمہوری نظام کے لئے جدوجہد کرتی رہیگی۔ جوں جوں وقت گذرے گا اس طبقے کے دباؤ کے نتیجے میں مسلح افواج، سیاستدان بیوروکریسی عدلیہ اور پریس ایک مثالی جمہوری معاشرے کے لئے زیادہ سے زیادہ کام کرنے پر مجبور ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔۔۔!''

سیاسیات میں ماسٹرز کرنے کے دوران میں نے جمہوریت اور جمہوری نظام کے متعلق دیسی بدیسی قدیم وجدید مفکرین و ماہرین سیاسیات کی تصانیف سے خوب استفادہ کیا۔ مجھے کہنے دیجئے کہ جان ڈوئی سے برٹرینڈ رسل تک اور ابراہم لنکن سے رچرڈ نکسن تک کسی بھی صورت گر نے اس ''من موہنی'' جمہوریت کے صحیح خطوط واضح کرنے سے

مصلحتاً یا عمداً گریز کیا ہے۔ اس کی الم انگیز وجوہات تھیں۔ گزشتہ دنوں امریکہ کے عظیم ترین مفکر جمہوریت، انسٹانفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر رچرڈ رارٹی (RICHARD RARTY) کی کتاب (ACHIEVING OUR COUNTRY) شائع شدہ ہاورڈ یونیورسٹی ۱۹۹۸ء کے بہت سے اقتباسات نظر سے گذر کر دل میں تراز و ہو گئے۔ مصنف اس اعتبار سے لائق تحسین ہے کہ اس نے کھلی کھلی باتیں لکھیں جمہوریت کو ایک مکمل ''نظام زندگی'' کے طور پر پیش کرتے ہوئے اس کے صحیح صحیح خال و خط زینت قرطاس بنائے تا کہ ہر شخص ذہنی الجھاؤ سے فراغ حاصل کر کے ''جمہوری کلچر'' اس کے لازمی و منطقی اجزائے ترکیبی اور اس کے نفاذ و نفوذ کے تدبیری تقاضوں سے واقف ہو سکے تلخیص ملاحظہ فرمایئے۔

''آج امریکہ اور مغرب کی امامت کا جواز یہ ہے کہ ان کے پاس طاقت سرمایہ کی لاٹھی ہے۔ مغربی عقلیت کی برتری کیلئے یہی دلیل کافی ہے کہ وہ آج کی'' دنیا میں غالب قوت ہے اس تفاخر کو قائم رکھنے کیلئے کسی عقلی دلیل کی ضرورت نہیں بلکہ لوگوں کے دلوں میں جمہوریت پر اندھا ایمان پیدا کرنا چاہیے اور ایمانیات کا مرتبہ یہ ہے کہ اسکو پرکھنے کیلئے کوئی غیر جانبدار اور معروضی پیمانہ ہو ہی نہیں سکتا جمہوریت وہ نظام ہے جو انسانی خواہشات اور رضا کار کو طرز زندگی بنا دیتا ہے جان ڈوئی اور ہیگل نے ہمیں یہی درس دیا کہ ''آسمان کی طرف دیکھنا ترک کر دیں اور آگے کی طرف دیکھیں۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے عیسائی اور اسلامی فکر خدا اور رسول پر اعتقاد اور ان کی تعلیمات پر عمل کو چھوڑ کر اسی دنیا کو جنت بناؤ حور و قصور حاصل کرو بزم سرمدر چاؤ آگے دیکھنے کا مطلب انسان کی رضا حاصل کرو اس کی پوجا کر دیا درکھو انسان کی پوجا اور زمین کی پرستش کا عقیدہ اس وقت تک زمین پر حکمرانی نہیں کر سکتا جب تک خدا کی پوجا کرنے اور آسمان کی طرف دیکھنے والوں کا مکمل صفایا نہ کر دیا جائے کیونکہ الہامی مذاہب کا خاتمہ ہی جمہوریت کی اصل روح ہے اسی لئے آج امریکہ و یورپ کرۂ ارض پر سے راسخ العقیدہ عیسائیوں اور مسلمانوں کو کسی نہ کسی طرح ختم کرنے کیلئے تمام وسائل رو بہ استعمال لا رہے ہیں البتہ لبرل و سیکولر عیسائیوں اور مسلمانوں سے وہ فی الوقت خوش ہیں کہ اپنے اپنے علاقوں میں جمہوریت کیلئے مصروف جہد ہیں انسانی پوجا کا نظام جسے جمہوریت کہتے ہیں نظام اخلاقیات سے عاری ہوتا ہے کیونکہ یہ انسانی اعمال کے جائز و ناجائز ہونے کا سوال اٹھاتی اور اس کی وسعت عمل پر قدغن لگاتی ہے اس لئے ہمارے بزرگوں نے ستر لاکھ ریڈ انڈینز کو ہلاک کر دیا تھا جمہوریت کے استحکام کیلئے لازم ہے کہ انسان کی پوجا کے نظام جمہوریت کے باغیوں سے زمین کو پاک کر دیا جائے چنانچہ آج کے دور میں راسخ العقیدہ مسلمانوں اور راسخ العقیدہ عیسائیوں کا قتل عام جائز

ہے ہمیں اس نظریے پر فخر ہے شرمندگی نہیں''

محترم! یہ سب پڑھنے کے بعد یہ ترتیب ذہن میں نمودار ہوتی ہے کہ رچرڈ رارٹی مرید ہے جان ڈوئی کا، جان ڈوئی غیر مشروط مقلد ہے ہیگل کا۔ یہ وہی ہیگل ہے جو کارل مارکس کا مربی و مرشد تھا اور اس کا روحانی واصطلاحی سلسلہ نسب کئی واسطوں سے ارسطو تک جا پہنچتا ہے۔ مشرق و مغرب میں انکا مقصود ایک ہی ہے مگر حصول کے طریقے مختلف ہیں۔ مشرق میں ایک کروڑ سے زائد مسلمانوں اور عیسائیوں کو موت کی نیند سلا دیا گیا، مغرب میں کلیسا سے نجات کے لئے خون کی ہولی کھیلی گئی، امریکہ میں ستر لاکھ ریڈ انڈینز گاجر مولی کی طرح کاٹ دیئے گئے کہ یہ سب آسمانی کتابوں، رسولوں اور ان کے بھیجنے والے ان دیکھے خدا پر ایمان رکھتے اور اسی کی رضا کو ہمہ نوعی فلاح و نجات کا نسخۂ کیمیا سمجھتے تھے۔ ان کے علوم و فنون کی تمام جہتیں اسی عقیدے و ایمان کی غماز تھیں۔ انسان کی پوجا اسی وقت ممکن العمل ہوسکتی تھی جب خدا کے وجود کی سختی سے نفی کر کے رسولوں پر ایمان بہ لطائف الحیل مفقود کر دیا جائے۔

یاد ش بخیر! غلام مصطفیٰ کھر پنجاب کے گورنر اور وزیر اعظم پاکستان کے مشیر ہوا کرتے تھے۔ ایک خصوصی میٹنگ میں انہوں نے تجویز پیش کی کہ چار سے چھ لاکھ مذہبی جنونیوں کو قتل کر دینے کیلئے اگر جمہوریت مستحکم ہوتی ہے تو مضائقہ نہیں، بھٹو نے اس وقت سنی ان سنی کر دی بعد از زوال شدید پچھتا وار ہا کہ کھر کی بات کیوں نہ مانی یہ سب ایک ہی لکیر کے فقیر تھے۔ آج پاکستان اور افغانستان ہی نہیں دنیا کے کسی بھی مسلم ملک میں نفاذ اسلام کی بات ہو تو وہ پلک کی ایک جھپکی میں دہشت گرد ہو جاتا ہے۔ پاکستان کے جمہوری دانشور اسقدر مرعوب ہیں کہ ان کی ساری مشاورت لندن یا واشنگٹن میں ہوتی ہے۔ وہ بڑے خلوص سے اس نظام کو ملکی استحکام کا ضامن گردانتے ہیں۔ اس سوچ کا بطلان کیا جائے تو امریکہ اور اس کے یورپی حلیفوں میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے۔ ان کے علاقائی مبلغ منکرین جمہوریت کو آمریت پسند، ترقی کے دشمن، حقوق نسواں کے غاصب، رجعت پسند اور نہ جانے کیا کیا نام دیکر رسوا کرتے گردن زدنی ٹھہراتے ہیں۔ بنیاد پرستی کا طعنہ دیکر وسیع البنیادی کا صور پھونکتے ہیں۔ آپ ہی فرمائیے۔

☆ جس نظام کی بنیاد ہی خدا اور رسول کی نفی پر ہوا اور انسان کی رضا کے نام پر انسان کی پوجا جس کا لازمہ ہو۔

☆ جو اخلاقیات کو وسعت عمل پر قدغن قرار دیکر اسے شرف انسانیت کے خلاف سمجھتا ہو۔

☆ جو اللہ کو مطلق مقتدر اعلیٰ تسلیم کرنے کی بجائے عوام کو طاقت وقوت کا سرچشمہ جانتا ہو (عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے، عوام پر)

☆ جو اپنے لبرل ازل اور سیکولرازم کے تحفظ کے لئے حقوق نسواں کے نام پر عصمت وعفت کے پاکیزہ تصور کی دھجیاں بکھیرنا ضروری خیال کرتا ہے۔

☆ جو راسخ العقیدہ مسلمانوں اور عیسائیوں کا قتل جائز اور لازم رکھتا ہو۔

ایسے مجہول اور غیر فطری نظام کو اسلام کے نام پر وجود پذیر ہونیوالی مملکت کی بقا کے لئے لازم خیال کرنا، اس کی ترقی واستحکام کا ضامن سمجھنا اسے روشنی کی کرن کہنا، اس کے کلچر کو فروغ دینے کی جدوجہد کے لئے اہل وطن کو اکسانا، غیر جمہوری سوچ سے نفرت کو وطیرہ بنانا کہاں تک قرین عدل ہے۔ کیا اسلام کے ہاں کوئی نظام جہانگیری و جہانبانی نہیں؟ کیا جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے اس جدید انداز ہی سے ملک کی تقدیر بدلی جاسکتی ہے؟ کیا اس متعفن کلچر کو مشرف بہ اسلام کر کے اسلامی جمہوریت کی پیوندکاری درست رویہ ہے؟ کیا دین رسول آخریں میں یہ صلاحیت نہیں کہ انسان کے معاشرتی ضمیر کی تشکیل نو کر سکے؟۔

یہ بڑی تعجب خیز بات ہے کہ عہد حاضر میں اہل مغرب علمی واخلاقی زوال کے باوجود اپنے علوم سیاسیات ومعاشیات سودی کی بنیاد پر عملاً ساری دنیا کو زیرِ بار رکھے ہوئے ہے۔ رچرڈ رارٹی کی رائے میں یہ جمہوریت کی ریڑھ کی ہڈی ہے اور مسلم دنیا میں اس کے خلاف پیدا شدہ تحریک دراصل ایک دبی ہوئی چنگاری ہے جو کسی بھی لمحے شعلۂ جوالہ بن سکتی ہے اسی لئے یورپ وامریکہ میں زلزلہ نما ہلچل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دو حلیف دنیا بھر میں بالعموم اور مسلم ممالک میں بالخصوص جمہوری اداروں کے قیام واستحکام کے لئے اقوام متحدہ، آئی ایم ایف، عالمی بنک، ایمنسٹی انٹرنیشنل، ڈبلیوٹی، او جیسے چیلے چانٹوں کے توسل سے جان توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ مختلف ممالک پر بے شمار پابندیاں اور فوجی کارروائیاں اسی منحوس سلسلے کی انتہائی نامسعود کڑیاں ہیں۔

مکرمی!

مسٹر ڈمن، مسٹر ہنگٹن، پیٹر سنگر کی تصنیفات اور مغربی مطبوعات کی اشاعت کے معتبر ادارے پینگوئین کے مفکر اعظم جے۔ڈی کے رشحات قلم آپ کی نظروں سے بالضرور گذرے ہوں گے۔ اب رچرڈ رارٹی کی کتاب بھی کہیں سے منگوا کر مطالعہ کیجئے گا۔ میں بری طرح کنفیوزڈ ہوں۔ مجھے اس زگ زیگ سے نکالنا جنابِ والا کی اسلامی، اخلاقی، سیاسی اور صحافتی ذمہ داری ہے۔ بندہ منتظر رہے گا۔

والسلام سید یونس الحسنی لاہور

(مطبوعہ، ''حرفِ تمنا'' روزنامہ ''جنگ'' لاہور ۷ فروری ۲۰۰۱)